OPEN ACCESS

Al-Marjān Research Journal

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Non-Allegiance and Interfaith Relations: A Quranic and Prophetic Perspective

عدم موالات اور بین المذاہب تعلقات: قرآن و سنت کی روشنی میں ایک مطالعہ

Authors Details

1. Muhammad Sohail Arif
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Education, Lower Mall, Lahore, Pakistan.

2.Prof. Dr. Muhammad Shahbaz Manj (Corresponding Author)
Professor / Chairman, Department of Islamic Studies, University of Education, Lower Mall, Lahore, Pakistan; Post Doc Fellow & Visiting Professor, University of Gottingen, Germany.
Email: **shahbaz.manj@ue.edu.pk**

Citation

Arif, Muhammad Sohail, and Muhammad Shahbaz Manj."Non-Allegiance and Interfaith Relations: A Quranic and Prophetic Perspective. "*Al-Marjān Research Journal* 4, no.2, April-Jun (2026): 01– 18.

Submission Timeline

Received: Jan 25, 2026
Revised: Feb 24, 2026
Accepted: Mar 20, 2026
Published Online: April 05, 2026

Publication & Ethics Statement

Article QR

Published by *Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.

Copyright © 2026 The Author(s). No conflict of interest declared.
This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

ASIAN DIGITAL LIBRARY · INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL · ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE · HJRS HEC Journal Recognition System · DRJI Directory of Research Journal Indexing

Non-Allegiance and Interfaith Relations: A Quranic and Prophetic Perspective

عدمِ موالات اور بین المذاہب تعلقات: قرآن وسنت کی روشنی میں ایک مطالعہ

☆ محمد سہیل عارف　　　☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد شہباز منج

Abstract

The concept of Non-allegiance (Adem-e-Muwālāt) in Islam represents a foundational Qur'anic and Prophetic principle governing the nature of relationships between Muslims and non-Muslims. It does not advocate absolute social isolation or unconditional hostility; rather, it establishes a balanced framework that distinguishes between religious loyalty and permissible forms of social, political, and economic interaction. This study aims to examine the concept of non-allegiance in the light of the Qur'an and Sunnah, focusing on its textual basis, underlying causes, legal boundaries, and practical implications. The research adopts an analytical and descriptive methodology by examining relevant Qur'anic verses, Prophetic traditions, and the practice of the Companions (Saḥabaḥ). It highlights that the Qur'anic notion of wala' (allegiance) is closely linked with faith, ideological alignment, and collective security, while bara' (disassociation) applies only in contexts where religious, ideological, or political hostility exists. The study further demonstrates that the Qur'an explicitly allows justice, kindness, and peaceful coexistence with non-hostile non-Muslims, thereby establishing a framework of conditional and contextual relationships rather than absolute separation. The study concludes that Adem-e-Muwālāt is a principled and balanced doctrine that ensures both the preservation of Islamic identity and constructive engagement with other communities in a pluralistic world.

Keywords: Non-Allegiance, Islamic Political Thought, Qur'an and Sunnah, Interfaith Relations, Muslim Identity, Social Interaction in Islam

تعارفِ موضوع

اسلام ایک جامع نظام حیات ہے جو انسان کو اسی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے لیے اصول وضوابط فراہم کرتا ہے۔ یہ ایک فطری حقیقت ہے کہ انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا اسے اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دوسرے لوگوں سے تعلق بنانا پڑتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں معاشرے میں آباد دیگر افراد کے حقوق و فرائض سے متعلق اسلام واضح ہدایات دیتا ہے تاکہ معاشرے میں عدل و انصاف، امن وسکون اور باہمی احترام کا بول بالا ہو۔ معاشرے میں آباد انسانوں کا نظریاتی و اعتقادی اختلاف بھی ایک آفاقی حقیقت ہے اور اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ۔[1] یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک امت بنادیتا لیکن یہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ اس آیہ مقدسہ میں انسانوں کے نظریاتی، فکری اور اعتقادی اختلاف کی بات کی گئی ہے۔ یعنی اختلاف کو ختم کرنا چاہیں تو یہ ختم نہیں سکیں گے۔ جس معاشرے میں نظریاتی، فکری اور

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال، لاہور، پاکستان۔
☆ پروفیسر / چیئر مین، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال، لاہور، پاکستان؛ پوسٹ ڈاک فیلو اور وزٹنگ پروفیسر، یونیورسٹی آف گوٹنگن، جرمنی۔

[1] Hūd, 11:118.

اعتقادی اختلاف بہت زیادہ ہو یعنی وہاں مختلف اعتقادات کے حامل لوگ آباد ہوں اسے جدید اصطلاح میں کثیر المذہبی یا تکثیری معاشرہ کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک ابتدائی مثال ہمارے سامنے مدینہ منورہ کی ہے کہ جہاں مسلمان، یہودی اور کئی مشرک قبائل آباد تھے۔ موجودہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا دور ایک ایسا ہی تکثیری معاشرہ بناتا ہے کہ جہاں صرف چند مذاہب کے لوگ ہی آپس میں رابطہ نہیں کرتے بلکہ دنیا میں بے شمار مذاہب کے لوگ ایک ہی پلیٹ فارم پر اکٹھے باہمی رابطے میں ہیں۔ اس صورت حال نے حالات کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔

اسلام جہاں ایک مسلمان کو اسلامی شعائر اور دینی فرائض کی بجاآوری کا حکم دیتا ہے وہی معاشرے میں آباد انسانوں کے ساتھ حسن معاشرت اور باہمی محبت اور احترام کی تلقین بھی کرتا ہے۔ ایک تکثیری معاشرے میں دیگر مذاہب کے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ ایک مسلمان کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟ قرآن وحدیث اور سنت نبوی ﷺ اور تعامل صحابہ سے واضح راہنمائی ملتی ہے۔ اس صورت حال میں اسلام کی طرف سے دی گئی راہنمائی اور تعلیمات کے مجموعے کو موالات و عدم موالات کے تصور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان باہمی ربط بالخصوص غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے رہائش اور غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے اس تصور کا مطالعہ نہایت ضروری امر ہے۔ بعض لوگ عدم موالات کے تصور کو مکمل قطع تعلقی اور سخت دشمنی کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں، جب کہ بعض اخلاقی یا غیر موثر اصول سمجھ کر اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ فکری تضاد اس بنیادی سوال کو جنم دیتا ہے کہ قران وسنت میں عدم موالات کا کیا مفہوم بیان کیا گیا ہے؟ کیا اسلام غیر مسلموں کے ساتھ مطلق قطع تعلقی کا حکم دیتا ہے؟ یا کچھ معروضی حالات کی بنا پر غیر مسلموں سے علیحدگی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد ہی قران وسنت کی روشنی میں تصور عدم موالات کی وضاحت کرنا، اس کے اسباب وعلل کو جاننا، اس کی شرعی حدود و قیود کو جاننا اور عدم موالات کے تناظر میں سیرت النبی ﷺ اور تعامل صحابہ کرامؓ کا مطالعہ کرنا ہے تاکہ موجودہ تکثیری معاشروں میں اس تصور کا صحیح معنوں میں اطلاق ممکن ہو سکے۔ یہ تحقیق تجزیاتی اور توضیحی نوعیت کی ہوگی اس میں قرآن مجید کی آیات، احادیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی سیرت اور تعامل صحابہؓ کا عدم موالات کے تناظر میں مطالعہ کیا جائے گا اور فقہاء کی آراء سے اس تصور کو واضح کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے بنیادی ذرائع یعنی مصادر سے استفادہ کیا جائے گا جیسے قرآن مجید، صحاح ستہ، تاریخ طبری، طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور حدیث و تاریخ کی بنیادی کتب کو زیر مطالعہ رکھا جائے گا۔

مبحث اوّل: موالات کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

اسلامی تعلیمات کے مطابق موالات اور عدم موالات کا تصور صرف ایک عمومی حکم نہیں ہے بلکہ یہ کثیر الجہتی اصول ہے۔ یہ انسان کے معاشرے میں فکری واعتقادی اور نظریاتی تعلقات کا تعین کرتا ہے۔ قران مجید نے اس تصور کو مختلف مقامات پر مختلف سیاق وسباق میں بیان کیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت محض معاشرتی تعلقات نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ کار ہے۔ اس تصور کے ادراک اور قرانی آیات کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے موالات اور عدم موالات کے لغوی اور اصطلاحی معنی جاننے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ آئندہ بحث ایک واضح بنیاد پر قائم ہو سکے۔

لفظ موالات، عربی زبان وادب میں ثلاثی مزید فیہ کے باب مُفَاعَلہ سے ہے اور اس کا اعراب "مُوَالَاتٌ" ہے۔ لفظ موالات کے بنیادی حروف (و ل ی) ہیں، اور اس کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ اصفہانی مفردات القران میں لکھتے ہیں کہ وَلْيٌ کا معنی دو چیزوں کا اس طرح باہمی قریب آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ ہو جو ان میں سے نہ ہو، بعد ازاں یہی لفظ استعارہ کے طور پر قربت کے معنوں میں استعمال ہونے لگا یہ قربت مکانی ہو یا زمانی، دینی اعتبار سے ہو یا اعتقادی اعتبار سے اور اس قربت سے مراد دوستی، وفاداری، حمایت اور مدد ہے[2]۔ اَلْوَلِيُّ کا معنی دوستی قریب ہونا اور محبت ہے اور موالات سے مراد وہ محبت پیدا کرنے کا معاملہ ہے کہ اگر دو لوگ آپس میں جھگڑ پڑیں اور تیسرا ان کے درمیان صلح

[2] Rāghib al-Iṣfahānī, Abū al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad, *Al-Mufradāt fī Gharīb al-Qur'ān* (Makkah al-Mukarramah: Maktabat Nizār Muṣṭafā al-Bāz, n.d.), 692.

کرواتا ہے تو جو صلح کروانے کا عمل ہے اس کو موالات کہتے ہیں۔[3] لغت کی کتابوں میں لفظ ولا اور وَلیٌّ کے مختلف معنی بیان کیے گئے ہیں جیسے اَلنَّاصِرُ مدد کرنے والا، اَلْمُنْعِمُ احسان کرنے والا اَلْمُنْعَمجس پر احسان کیا گیا ہو اور اَلْمُحِبُّمحبت کرنے والا[4] وغیرہ۔ مزید برآں اَلصَّدِیْقُ دوست، اَلنَّصِیْرُ مدد کرنے والا، اَلْقَرِیْبُقرب والا، پاس والا[5] کے معانی بھی بیان ہوئے ہیں۔

مذکورہ بالا لغوی بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ موالات صرف ظاہری تعلق کا نام نہیں بلکہ اس میں قرب، محبت، نصرت، پیروی اور قلبی وابستگی جیسے متعدد پہلو شامل ہیں۔ یہ پہلو موالات کے تصور کی وسعت اور حساسیت کو بیان کرتے ہیں۔ یہ بحث اور تحقیق آگے چل کر عدم موالات کے تصور کو سمجھنے کے لیے بہت اہم۔ یہ لفظ ولی کی لغوی بحث تھی اب دیکھتے ہیں یہ لفظ قرآن مجید نے اس لفظ اور اس کے مشتقات کو کن معانی اور سیاق وسباق میں بیان کیا ہے۔

مبحث دوم: لفظ "ولی" کے قرآنی استعمالات کا تنوع

قرآنِ مجید میں لفظ" وَلَاءٌ" سے مشتق الفاظ (وَلِیٌّ ، اَوْلِیَاءُ، اَوْلٰی) کئی مقامات پر استعمال ہوئے اور ان کے معانی سیاق وسباق کے تبدیل ہونے سے مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے اگر اس لفظ کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہو تو معنی اور ہو گا اگر انسانوں کی طرف ہو تو معانی کچھ اور ہوں گے۔ اس فلسفہ کے مطابق قرآن مجید نے اس لفظ اور اس کے مشتقات کو کئی معانی میں بیان کیا ہے جیسے ارشاد باری تعالی ہے: مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ[6] یعنی اللہ تعالی کے سوا کوئی تمہارا دوست اور مددگار نہیں ہو گا، یہاں لفظ وَلِیٌّ دوست یعنی ساتھ دینے والا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ امام خازن کہتے ہیں وہ دوست جو مشکل وقت میں ساتھ کھڑا ہو[7] اور پھر اسی کے مناسبت سے بطور مترادف لفظ نَصِیْرٍ یعنی مددگار استعمال ہوا ہے۔ ایک مقام پر یہ الناصر یعنی مدد کرنے والا کے معنی میں استعمال ہوا ہے وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ[8] یعنی جو تم میں سے یہود ونصاری کو اپنا مددگار بنائے گا یعنی ان سے مدد لے گا وہ انہی میں سے ہو گا امام طبری کہتے ہیں یہاں ولی کا معنی مددگار ہے[9]۔ سورہ حم السجدہ میں یہ لفظ معیت اور حفاظت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ[10] ترجمہ: ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے ولی ہیں۔ اب یہاں لفظ ولی کی نسبت فرشتوں کی طرف کی جارہی ہے۔ اس کی تفسیر میں امام طبری نے اس کا معنی محافظ کے کیے ہیں یعنی فرشتے کہتے ہیں ہم تمہاری حفاظت کرنے والے ہیں[11] اور امام خازن کہتے ہیں کہ فرشتے اہم ایمان کو کہتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں ہم تمہاری حفاظت کرتے تھے ایسے ہی آخرت میں جنت میں تمہارے ساتھ داخل ہوں گے[12]۔ قرآن مجید نے اس لفظ کو وارث کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے جیسے ارشاد باری تعالی ہے: فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا[13] یعنی جس کا قتل ہوا ہے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے۔ یہاں لفظ ولی

---

[3] Zabīdī, Sayyid Muḥammad Murtaḍā al-Ḥusaynī, *Tāj al-'Arūs min Jawāhir al-Qāmūs* (Kuwait: Mu'assasat al-Kuwayt lil-Taqaddum al-'Ilmī, 2001), 40:241.

[4] Zabīdī, *Tāj al-'Arūs*, 40:245.

[5] Fayrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad ibn Ya'qūb, *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ* (Bayrūt: Mu'assasat al-Risālah, 2005), 4:393-394.

[6] Al-Baqarah, 2:120.

[7] Baghdādī, 'Alā' al-Dīn 'Alī ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm, *Tafsīr al-Khāzin* (Bayrūt: Dār al-Kutub al-'Ilmīyah, 2004), 1:75.

[8] Al-Mā'idah, 5:51.

[9] Ṭabarī, Abū Ja'far Muḥammad ibn Jarīr, *Tafsīr al-Ṭabarī (Jāmi' al-Bayān 'an Ta'wīl Āy al-Qur'ān)* (Bayrūt: Dār Hajar lil-Ṭibā'ah wa al-Nashr wa al-Tawzī' wa al-I'lān, 2001), 8:508.

[10] Fuṣṣilat, 41:31.

[11] Ṭabarī, *Tafsīr*, 20:428.

[12] Baghdādī, 'Alā' al-Dīn 'Alī ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm, *Tafsīr al-Khāzin* (Bayrūt: Dār al-Kutub al-'Ilmīyah, 2004), 4:88.

[13] Al-Isrā', 17:33.

وارث کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ بطور مجاور اور متولی کے معنی میں بھی استعمال ہوا جیسے ارشاد فرمایا: وَ مَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ[14] اور وہ اس کے ولی نہیں ہیں۔ یہاں لفظ اولیاء سے مراد مسجد حرام کے متولی، مجاور یا لائق نہیں تھے[15]۔ یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ[16] اس آیہ مقدسہ میں امام طبری نے اولیاء کا معنی معاہد اور حلیف بننے کے بھی کیے ہیں[17]۔

درج بالا تفسیری مطالعہ قرآن مجید میں بیان تصور موالات کی وسعت کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے کہ کس طرح سیاق وسباق کے تبدیل ہونے سے اس لفظ کے معانی میں بھی تنوع پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ بحث اور تحقیق ہمیں عدم موالات کے تصور کو سمجھنے اور اس کے حقیقی ادراک کے لیے ایک مناسب بنیاد فراہم کرتی ہے۔

مبحث سوم: عدمِ موالات کی لغوی واصطلاحی وضاحت اور قرآنی مطالعہ

لفظ عدم موالات دراصل دو الفاظ کا مجموعہ ہے ایک "عدم" اور دوسرا "موالات" ہے۔ عدم کا لغوی معنی نفی، نہ ہونا یا کسی چیز کا فقدان ہے۔ موالات کا لغوی معنی جس طرح وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ نصرت، قرب، محبت، دوستی وغیرہ ہے۔ اس طرح عدم موالات کا لغوی معنی کسی سے محبت، دوستی اور دلی وابستگی کا ہونا ہے۔ اصطلاحی طور پر عدم موالات سے مراد غیر مسلموں کے ساتھ محبت، نصرت، قلبی وابستگی کا تعلق نہ ہونا ہے۔ عدم موالات کے فلسفہ کو سمجھنے کے لیے قرآنی آیات کا مطالعہ ضروری ہے کہ جن آیات میں عدم موالات کا حکم آیا ہے۔ ذیل میں ان قرآنی آیات کا مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

1۔ سورۂ آلِ عمران میں اہلِ ایمان کو ہدایت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً-وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ-وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ[18]

ترجمہ: مومنین کافروں کو مومنین کے مقابلے میں دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا مگر یہ کہ تم ان سے ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے، اور اللہ کی طرف ہی سب کو لوٹنا ہے۔

اس آیہ مقدسہ کو اس کے شان نزول کے تناظر میں دیکھیں تو معنی ومفہوم واضح ہوتا ہے، امام واحدی نے روایات بیان کی ہیں عبادہ بن صامتؓ سے متعلق ہے وہ کہتے ہیں کہ جب احزاب کے دن نبی کریم ﷺ غزوہ احزاب کے لیے نکلے تو عرض کرنے لگے کہ میرے یہود حلیف ہیں اور ان کے 500 جنگجو ہیں انہیں بھی ساتھ لے لیں تو اس پر یا مقدسہ نازل ہوئی۔ گویا یہودیوں سے کسی قسم کی مدد نہیں لینی اگرچہ اس وقت مدد کی ضرورت تھی۔ اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق عبداللہ بن ابی جیسے دوسرے منافقین یہود اور مشرکین کو اپنا دوست سمجھتے تھے اور یہ امید رکھتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ان کی مدد کریں گے اس پر یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی۔[19] اس آیہ مقدسہ میں ایک رخصت کا ذکر ہے کہ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً یعنی رخصت یہ کہ اگر جان بچانی ہو تو دوستی یا محبت کے الفاظ کہے جاسکتے ہیں جبکہ اہل ایمان کے ساتھ ہو اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کرنے کا خیال تک نہ ہو[20]۔ امام رازیؒ اس میں تین احتمال ذکر کرتے ہیں اول یہ کہ غیر مسلموں کے دین سے راضی ہونا، دوم یہ کہ حسن معاشرت اور ظاہری معاشرتی تعلق رکھنا اور سوم یہ کہ کفار کی طرف قلبی میلان رکھنا، ہمدردی اور قرابتداری کے لیے ان کی

[14]Al-Anfāl, 8:34.
[15]Mawdūdī, Abū al-A'lā, *Tafhīm al-Qur'ān* (Lahore: Idārah Tarjumān al-Qur'ān, n.d.), 2:143.
[16]Al-Mā'idah, 5:57.
[17]Ṭabarī, *Jāmi' al-Bayān*, 8:533.
[18]Āl 'Imrān, 3:28.
[19]Wāḥidī, Abū al-Ḥasan 'Alī ibn Aḥmad, *Asbāb al-Nuzūl* (Dammām: Dār al-Iṣlāḥ, 1992), 102.
[20]Khāzin, *Tafsīr*, 1:237.

طرف جھکاؤ رکھنا۔ ان میں سے اول الذکر احتمال سے منع کیا گیا ہے اور دوم میں رخصت ہے اور تیسرے میں اس قدر سختی نہیں لیکن احتراز کرنا بہتر ہے[21]۔ سرسید اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں اس میں غیر مسلموں سے دینی اور اعتقادی محبت سے منع کیا گیا ہے اس کے لیے کسی تعلق سے منع نہیں کیا گیا[22]۔ اس آیہ مقدسہ کے تفسیری اور شانِ نزول کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہلِ ایمان کو غیر مسلموں کی دوستی اور قلبی وابستگی سے منع کیا گیا ہے جو دینی مفاد کے مقابلے میں ان کی سیاسی یا فکری حمایت کو ترجیح دے۔ ایسی کوئی دوستی یا قلبی وابستگی جائز نہیں ہے جو مسلمانوں کے عقیدہ اور نظریات کی کمزوری کا سبب بنے۔ اس آیہ مقدسہ کے مطالعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام حکمت تدبیر اور احتیاط کا درس دیتا ہے۔

2۔ سورۂ نساء میں مسلمانوں کو عقیدۂ وفاداری کی تعلیم دیتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ[23] اے ایمان والو! مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

اس آیت مقدسہ کے شانِ نزول میں امام خازن لکھتے ہیں کہ اسلام سے قبل انصار کی مدینہ کے یہود قبائل سے معاہدے، باہمی محبت اور رشتہ داریاں تھیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انصار نبی کریم ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ ہم اپنی محبتیں اور دوستیاں کس سے اختیار کریں تو اس پر یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی[24]۔

3۔ سورۂ ممتحنہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ[25]۔ اے ایمان والوں اپنے میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

اس آیہ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک کیفیت کا بیان کیا ہے اور اسے دشمنی و عداوت سے تعبیر کیا ہے اس تعبیر سے محاربت یعنی وہ لوگ جو مسلمانوں سے عداوت اور جنگ کرتے ہیں۔ اس ایہ مقدسہ کے شانِ نزول میں ایک اہم واقعہ بیان کیا جاتا ہے فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے اس غزوہ کی تیاریوں کو پوشیدہ رکھا لیکن ہوا کچھ یوں کہ ایک خاتون مکہ سے مدینہ آئی جب وہ واپس گئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو فرمایا روضہ خاخ کے کے مقام پر ایک خاتون سے خط لے کر آئیں جب حضرت علیؓ اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں پہنچے اس خاتون سے خط لیا تو دیکھا وہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ کو مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع تھی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب کو بلایا اور معاملہ سے متعلق استفسار کیا تو حضرت حاطب کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرے معاملے میں جلدی نہ فرمائیے۔ دراصل دیگر مہاجرین کے مکہ میں اقارب موجود ہیں لیکن میرا وہاں کوئی قریبی نہیں لیکن میرے اہل خانہ وہاں ہیں صرف ان کے خیال کی وجہ سے اہل مکہ پر احسان کی نیت سے یہ معاملہ کیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرا خط انہیں اللہ کے عذاب بچا نہیں سکتا۔ مزید عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نہ تو کفر کو پسند کیا، نہ ارتداد کا شکار ہوا اور نہ کفر کیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا، حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ نے عرض کیا مجھے اجازت دیں اس منافق کی گردن ماروں اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمر یہ بدر میں شریک ہوا ہے تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالی نے بدر والوں کے لیے فرمایا ہے کہ ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہے[26]۔

آیہ مقدسہ کا سیاق وسباق اور شانِ نزول میں واقعہ اس بات کی کھلی گواہی ہے کہ وفاداری، قلبی وابستگی، محبت، رازداری اور ہمدردیاں ان سب کا تعلق اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہے، کوئی قرابداری اور قلبی وابستگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی اور سے نہیں ہو

[21] Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʻUmar, *Al-Tafsīr al-Kabīr* (Bayrūt: Dār al-Fikr lil-Ṭibāʻah wa al-Nashr wa al-Tawzīʻ, 1981), 8:11.
[22] Aḥmad Khān, Sir Sayyid, *Tafsīr al-Qur'ān* (Lahore: Rifāh ʻĀm Steam Press, n.d.), 2:8.
[23] Al-Nisā', 4:144.
[24] Khāzin, *Tafsīr*, 1:440.
[25] Al-Mumtaḥanah, 60:1.
[26] Khāzin, *Tafsīr*, 279.

سکتی۔ آیہ مقدسہ کے الفاظ "اے ایمان والو" اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ جو معاملہ سرزد ہوا ہے وہ صاحب ایمان سے ہوا ہے یعنی اس شخص کے ایمان میں شک نہیں، اسی طرح شان نزول میں موجود واقعہ اس بات کا کھلا اظہار ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا حال سننے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا یعنی ابن ابی بلتعہ نے، مرتد نہیں ہوئے، نہ منافق ہوئے اور نہ ہی کفر کو اسلام پر پسند کیا یعنی آپؓ سچے ایماندار تھے، لیکن اس کے باوجود اپنے مشرک اہل خانہ سے ہمدردی بھی تھی، اللہ تعالی نے اس رازداری اور دشمن کو فائدہ پہنچانے والے رویے کو بھی ایمان کے تقاضوں کے منافی قرار دیتے ہوئے اہل ایمان کو منع کر دیا۔ اللہ تعالی نے اہلِ ایمان کو اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے تمہیں اپنے وطن سے اور گھروں سے اس لیے نکالا کیوں کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور تم اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے جہاد کے لیے نکلے۔

4۔ سورۂ توبہ میں ایمان اور کفر کے درمیان امتیاز کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ-وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[27]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ داد اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلے کفر کو پسند کرتے ہوں، اور جو تم میں سے ان کو اپنا دوست بنائے گا پس وہ ظالم ہوں گے۔

اس آیت مقدسہ کے اسباب میں امام واحدی نے امام کلبیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ میں لوگوں کو ہجرت کا حکم دیا تو کچھ لوگ اپنے اہل خانہ کے پاس جاتے اور انہیں اپنی ہجرت کا بتاتے، ان کے اہل خانہ ان کی منتیں سماجتیں کرتے کہ اگر تم چلے گئے تو ہم ضائع ہو جائیں گے تباہ و برباد ہو جائیں گے اس طرح ان کے کہنے پر ان کے دل نرم پڑ جاتے اور وہ ہجرت سے رک جاتے اس پر یہ آیہ نازل ہوئی[28]۔ لیکن امام فخر الدین رازیؒ اس حوالے سے صراحت کرتے ہیں کہ یہ سورہ فتح کے بعد نازل ہوئی ہے۔ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو مشرکین سے مکمل اجتناب اور برات کا حکم دیا گیا، لوگ کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنے عزیز رشتہ داروں سے مکمل طور پر قطع تعلق کر لے۔ اس پر یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تلقین کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ کسی سے کوئی تعلق داری قلبی وابستگی نہیں ہونی چاہیے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ کسی کو ترجیح دے گا تو وہ ظالموں میں سے ہو گا[29]۔

اس آیہ مقدسہ کے اسباب النزول کے پیش نظر سیاق وسباق میں اہل ایمان کو عدم موالات کی تاکید کی جا رہی ہے۔ قرآن مجید میں دیگر مقامات پر عمومی طور پر غیر مسلموں سے عدم موالات کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہاں مسلمانوں کو ان کے قریب ترین رشتہ دار جیسے والدین، بہن بھائیوں سے بھی منع کیا جا رہا ہے، یہی وہ رشتے ہوتے ہیں جو زیادہ قریبی ہوتے ہیں، ہم راز ہوتے ہیں، خاندانی تعصب اور خونی رشتہ ہوتا ہے لیکن عقائد و نظریات کے تحفظ، اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کو یقینی بنانے کے لیے ایسے قریبی رشتہ داروں کو بھی چھوڑنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس مقام پر مسلمانوں کی الفت و محبت اور وفاداری کو خالصتاً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف موڑا جا رہا ہے اور اس محبت و الفت میں آڑے آنے والی، نسبی محبت، علاقے کی محبت اور کاروباری و تجارتی محبت کو بھی رد کیا جا رہا ہے۔

5۔ سورۂ ممتحنہ میں عدم موالات کے حدود و قیود بیان کرتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ[30]۔

---

[27] Al-Tawbah, 9:23.
[28] Wāḥidī, *Asbāb*, 243.
[29] Rāzī, *Mafātīḥ al-Ghayb*, 16:19.
[30] Al-Mumtaḥanah, 60:9.

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی تمہیں موالات سے منع کرتا ہے ان لوگوں سے جنھوں نے تم سے قتال کیا دین کے معاملے میں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالے جانے پر (نکالنے والوں کی) مدد کی۔

اس آیہ مقدسہ سے قبل آیت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ایسے کافروں سے عدل وانصاف اور حسن معاشرت کا حکم دیا ہے یعنی سماجی موالات کی اجازت دی ہے جنھوں نے مسلمانوں کو نا تو گھروں سے نکالا اور نہ ہی ایسے لوگوں کی مدد کی جنھوں نے مسلمانوں کو نکالا تھا اور نہ ہی انہوں نے مسلمانوں سے دین کے معاملے میں قتال کیا۔ اس آیہ مقدسہ میں پچھلی آیت کے مضمون کی ہی وضاحت ہے کہ ان لوگوں سے موالات سے منع کیا گیا ہے جنھوں نے تمہارے ساتھ قتال بھی کیا اور تمہیں گھروں سے بھی نکالا اور نکالنے والوں کی مدد کی تینوں قسم کے لوگوں سے عدم موالات کا حکم ہے۔ ان دونوں آیات کا مضمون اس بات کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ عدم موالات کے احکام کا تعلق ایسے کافروں سے ہے جو دین کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ حسن معاشرت کا رویہ اختیار کرتے ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک اور عدل وانصاف کا حکم جیسے درج بالا آیت کی ماقبل آیت کے شان نزول میں قتیلہ بنت عبد العزی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے بعد اپنی بیٹی حضرت اسما بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے ملنے کے لیے مدینہ آئیں اور ساتھ تحفے تحائف بھی لائیں لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تحفے قبول کرنے سے منع کر دیا اور نبی کریم ﷺ نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان سے مل لیجیے اور تحفے بھی قبول کیجیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی[31] (لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ)۔

ان آیات کے شان نزول اور سیاق وسباق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے واقعات مذکور ہیں، جیسے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، چند انصار صحابہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنھما کی والدہ کا واقعہ۔ مفسرین کرام بالخصوص امام فخر الدین رازی، امام واحدی، امام ابن جریر طبری اور امام ابن خازن ان واقعات کی روشنی میں موالات کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مفسرین نے موالات کی چند ایک صورتیں بیان کی ہیں مثلاً بعض صورتوں میں جیسے معاشرتی اعتبار سے عدل وانصاف، حسن معاشرت، اہل کتاب سے نکاح جیسے معاملات، نرمی برتی گئی اور مسلمانوں کو حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، جبکہ ایسی تمام صورتیں کہ جن میں مسلمانوں کی نظریاتی، اعتقادی اور فکری خرابی کا اندیشہ ہو یا مسلمانوں کی سیاسی اور اجتماعی قوت کو نقصان ہو، عدم موالات کے احکام کا باعث بنتی ہیں۔

مبحث چہارم: عدمِ موالات کے حوالے سے قرآنی آیات کا تجزیہ

غیر مسلموں کے ساتھ عدم موالات کا قرآنی تصور انتہائی جامع اور متوازن ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ معاملات ایک ہی معاشرے میں رہتے ہوئے ناگزیر ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں ان معاملات کو انتہائی حساس انداز میں دیکھا گیا ہے۔ کن لوگوں کے ساتھ تعلقات کس نوعیت کے ہونے چاہیے؟ ظاہری معاشرتی معاملات اور قلبی وابستگیاں (انسیت ومحبت) دو الگ الگ دائرہ کار ہیں۔ قرآن مجید نے دونوں پہلوؤں پر انتہائی جامع اور متوازن اصول بیان فرمائے ہیں۔ ذیل میں قرآن مجید نے عدم موالات یعنی تعلقات استوار نہ کرنا، دوستی ومحبت قائم نہ کرنا سے متعلق جو راہنما اصول عطا فرمائے ہیں ان پر مفصل بحث کی جا رہی ہے تا کہ ان اصولوں کی روشنی میں افراط وتفریط کا شکار ہوئے بغیر عدم موالات کے احکام کے عصری اطلاقات ممکن ہو سکیں۔

پر امن غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کی اجازت: قرآن مجید میں پُر امن غیر مسلموں کے ساتھ بہتر معاشرتی تعلقات اور انسانی ہمدردی کا رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ عدم موالات کے ضمن میں یہ قرآنی اصول اسلامی تعلیمات کے جامع اور متوازن ہونے کی دلیل ہے۔ کافر والدین کے حوالے سے نصیحتیں کرتے ہوئے تلقین کی کہ والدین اگر مشرک ہیں اور تمہیں شرک پر اکساتے ہیں تو اس صورت میں اس بات کو تسلیم نہ کریں لیکن معاشرتی اعتبار سے سختی سے تلقین فرمائی کہ دنیا میں ان سے اچھے طریقے سے رہو[32]۔ قرآن مجید میں جہاں مشرکین سے

---

[31] Wāḥidī, *Asbāb*, 424.
[32] Luqmān, 31:15.

براءت کا حکم دیا گیا ہے اور انہیں نجس قرار دیا گیا وہیں یہ بھی ہدایت فرمائی گئی کہ جب کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تا کہ وہ تم سے اللہ کا کلام سنے، یعنی خیر خواہی کے پیش نظر اسے پناہ دینے کی اجازت دی گئی ہے[33]۔ پناہ دینا حسن معاشرت کا ایک اہم پہلو ہے۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے معاشرتی میل جول اور باہمی ہمدردی اور رواداری کے تعلقات کو اس طرح جلا بخشی کہ اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لیے حلال قرار دیا اور مسلمانوں کا کھانا اہل کتاب کے لیے حلال رکھا، اسی طرح اہل کتاب خواتین جو پاک باز ہوں ان سے نکاح کو بھی حلال قرار دیا ہے[34]۔ یہ وہی اہل کتاب ہیں جن کے ساتھ عدم موالات کا حکم دیا گیا ہے لیکن پر امن اہل کتاب کے کا کھانا مسلمانوں کے لیے حلال قرار دیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو واضح کیا کہ اللہ تعالی تمہیں ایسے غیر مسلموں کے ساتھ نیکی و بھلائی اور عدل و انصاف والا تعلق قائم کرنے سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تو تم سے قتال کیا نا تمہیں گھروں سے نکالا اور نہ ہی اس کام پر دوسروں کی مدد کی۔ اس آیہ مقدسہ میں غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی حسن سلوک، باہمی رواداری، بھلائی و خیر خواہی اور عدل و انصاف کی تاکید کی گئی ہے[35]۔ درج بالا قرآنی آیات پُر امن غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی حسن سلوک، رواداری، باہمی ہمدردی اور عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

دشمنانِ دین کے ساتھ موالات کی حرمت: دشمنان دین کے ساتھ عدم موالات مسلمانوں کے دینی، سیاسی اور اجتماعی تشخص کی بقاء و سلامتی کے لیے ضروری امر ہے۔ مسلمانوں کے اعتقادی و فکری تحفظ کے لیے قرآن مجید نے بغیر کسی رعایت کے یہ اصول بیان کیا ہے کہ ایسے لوگ جو دین کا مذاق اڑاتے ہیں، مسلمانوں سے فقط دین کی وجہ سے قتال کرتے ہیں، دین کی بنیاد پر لوگوں کا استہزاء اور تمسخر بناتے ہیں، مسلمانوں کے اعتقادی انحراف کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور کفر کو اسلام کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں، اسلام ان سے موالات برداشت نہیں کر سکتا۔ اس معاملے میں سختی کرتے ہوئے قرآن مجید نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا ہے کہ جو کوئی ایسے لوگوں سے دوستی کرے گا وہ انہیں میں سے ہو گا۔

ضرورت اور مجبوری کے تحت تعلقات کی گنجائش: انسانی زندگی میں اضطراری کیفیت کا وارد ہونا ایک عمومی معاملہ ہے۔ قرآن مجید نے بطور مسلمان ایک انسان کی زندگی میں ایسی کیفیت کے وارد ہونے پر راہنما اصول دیا ہے۔ ایسی کیفیت میں کہ جب دل اسلام پر مطمئن ہو تو تعلقات کی گنجائش موجود ہے۔ اضطراری کیفیت کے حوالے سے تعلیم دی گئی کہ جب دل ایمان پر مطمئن ہو تو زبان سے کلمہ کفر ادا کر لیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔[36] عدم موالات کے تناظر میں قرآن مجید میں جہاں سخت رویہ اختیار کیا گیا وہیں اضطراری کیفیت میں گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں جہاں موالات سے منع گیا وہیں لفظ استثنا "الا" سے یہ رعایت بھی بیان کر دی کے اگر شدید نقصان یا جان کا خطرہ وہ تو ظاہری تعلق داری کا اظہار بھی کیا جا سکتا ہے[37]۔ قرآن مجید میں ایک مومن شخص کا واقعہ بیان کیا گیا جو موسیٰ علیہ اسلام کا حمایتی تھا اور کفر کے ماحول میں رہتا تھا، اپنا ایمان ان سے چھپا کر رکھتا تھا لیکن فرعون اور اس کے حواریوں سے ظاہری تعلق بھی استوار تھا[38]۔ یہ مومن شخص کا ذکر اس بات کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ غیر مسلم اور اسلام دشمن ماحول میں حکمت کے تحت ظاہری تعلق داری کا اظہار کرتے ہوئے خیر خواہی کے پیش نظر رہنے کی گنجائش موجود ہے۔ قرآن مجید میں غیر مسلموں کے ساتھ عدم موالات کا اصولی موقف اپنی جگہ پر قائم و دائم ہے لیکن شدید مجبوری کی حالت میں کہ جب نقصان کا خدشہ ہو یا دین دشمن کفر کے ماحول میں حکمت کے تحت ظاہری تعلق داری اور موافقت کی اجازت بھی بیان کی گئی ہے۔

دینی وفاداری اور معاشرتی تعلقات میں امتیاز: قرآن مجید میں دینی وفاداری اور معاشرتی تعلقات میں واضح فرق کو بیان کیا گیا ہے۔ اس اصول کو اسباب النزول کے تناظر میں انتہائی جامع انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایک شخص مسلمان تھا تو اس کے قریبی رشتہ دار مثلاً ماں باپ، بہن بھائی اور قبل از اسلام دوست احباب غیر مسلم ہوتے تھے، اب اس شخص کے لیے قرآن مجید میں اس اصول کو حکیمانہ انداز میں

---

[33] Al-Tawbah, 9:6.
[34] Al-Mā'idah, 5:5.
[35] Al-Mumtaḥanah, 60:8.
[36] Al-Naḥl, 16:106.
[37] Āl 'Imrān, 3:28.
[38] Ghāfir, 40:28.

بیان کیا گیا کہ غیر مسلموں کے ساتھ موالات کی اجازت نہیں ہے خواہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، لیکن دوسری طرف ان کے ساتھ معاشرتی حسن سلوک اور عدل وانصاف کی تاکید بھی کر دی، جیسے والدین کے معاملے میں فرمایا گیا اگر کفر پر مجبور کریں تو بات نہ مانی جائے لیکن معاشرتی حوالے سے حسن سلوک سے پیش آنا ہے[39]، اسی طرح دوسری جگہ فرمایا کہ وہ لوگ جو تم سے لڑائی جھگڑا نہیں نہیں تنگ نہیں کرتے ان کے ساتھ عدل و انصاف اور اچھے معاشرتی ماحول میں رہو اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے[40]۔ یہ احکام اسلام کے اس دوجہتوں کے درمیان توازن قائم کرنے کی حکمت کو واضح کرتے ہیں کہ جو معاشرے کو افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونے دیتی۔

اعتدال اور توازن کا قرآنی اصول: قرآن مجید نے عدم موالات کے تناظر میں اعتدال اور توازن کا اصول متعین کیا ہے وہ معاشرتی امن وسکون اور بہترین معاشرتی تعلقات کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے ہر معاملے میں اعتدال اور توازن کو پسند کیا، عدم موالات کے حوالے سے قرآن مجید نے اس اصول کو سورۃ الانفال میں اس طرح بیان فرمایا کہ اگر معاند غیر مسلم صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی ان سے صلح کرلو[41]۔اسی طرح سورۃ فصلت میں فرمایا کہ برائی یا برے رویے کا جواب ہمیشہ نیکی اور اچھے رویے کے ساتھ دیں اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ وہ شخص جو تمہارا سخت مخالف ہے دوست بن جائے گا[42]۔ یہ تعلیمات معاشرے میں اعتدال اور توازن کو قائم کرنے کے لیے بہت عمدہ مثال ہیں۔

غیر مسلموں سے عدم موالات کا اصول قرآن مجید میں ایک جامع، متوازن اور حکیمانہ نظام معاشرت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس سے ایک طرف مسلمانوں کی دینی وتہذیبی انفرادی شناخت اور سیاسی اجتماعیت کا تحفظ یقینی ہوتا ہے دوسری طرف بہترین معاشرتی اصولوں کی بنیاد پر صحت مند معاشرے کی ضمانت ملتی ہے۔

مبحث پنجم: عدمِ موالات کے قرآنی اسباب وعلل

قران مجید میں غیر مسلموں سے عدم موالات کا حکم محض اختلاف مذہب کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ قرآن مجید نے جہاں عدم موالات کا حکم دیا وہیں ان لوگوں کے رویوں سے بھی پردہ اٹھایا ہے یعنی عدم موالات کے اسباب وعلل کو بھی بیان فرمایا ہے جیسے سورہ مائدہ میں فرمایا کہ ان کافروں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو کھیل تماشا اور تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں یعنی هُزُوًا وَّ لَعِبًا[43] کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ اس آیت مقدسہ میں عدم موالات کی ایک علت بیان ہوئی ہے، وہ علت استہزاء اور تمسخر کا نشانہ بنانا ہے یعنی عدم موالات کی بنیادی وجہ "دین کی تحقیر" ہے۔ یہود سے عدم موالات کا سبب ایک سخت دشمنی بھی قرار دیا ہے کہ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ[44] کہ آپ یہود کو لوگوں کے ساتھ عداوت اور دشمنی میں سب سے زیادہ سخت پاؤ گے۔ یہود مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے حوالے سے دل میں بغض رکھتے تو ایسا شخص جو کسی سے متعلق دل میں بغض اور کینہ رکھے گا تو وہ اس کے ساتھ مخلص کیسے ہو سکتا ہے۔ یہاں عدم موالات کا سبب "سخت کینہ اور دشمنی" کو قرار دیا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ یہود و نصاری آپ کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں یعنی ان کی خواہش ہی یہ ہے آپ بھی یہود و نصرانی بن جائیں حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ[45] یعنی ان کی ملت کی پیروی کرنے لگ جائیں۔ یہاں سبب "مذہبی فتنہ" کو قرار دیا گیا ہے۔ سورہ آل عمران میں ایک آیہ مقدسہ میں چار اسباب بیان فرمائے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی برائی بیان کرتے ہیں، مسلمانوں کو تکلیف میں دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں، دل میں بغض رکھتے ہیں اور منہ سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں[46]۔ ایک اہم سبب بیان فرمایا کہ اس لیے ان سے دوستی اور قلبی وابستگی سے منع کیا جا رہا ہے

---

39 Luqmān, 31:15.
40 Al-Mumtaḥanah, 60:8.
41 Al-Anfāl, 8:61.
42 Fuṣṣilat, 41:34.
43 Al-Mā'idah, 5:57.
44 Al-Mā'idah, 5:82.
45 Al-Baqarah, 2:120.
46 Āl 'Imrān, 3:118.

کیوں کہ یہ مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں اور مسلمانوں کو گھروں سے نکالا ہے[47]۔ اسیک سبب یہ بیان فرمایا کہ یہ لوگ ایمان پر کفر کو ترجیح دیتے ہیں، یعنی کفر پر راضی ہیں اور کفر کو پسند کرتے ہیں اور ایمان کو حقیر سمجھتے ہیں اس لیے ان سے موالات کی اجازت نہیں ہے[48]۔

مبحث ششم: موالات اور عدم موالات میں بنیادی فرق

قرآن مجید کے مجموعی اسلوب سے یہ پہلو ظاہر ہوتا ہے کہ موالات اور عدم موالات کا تعلق محض ظاہری اعمال سے نہیں بلکہ نیت اور رجحانات سے ہے۔ یعنی ایک ہی عمل کا حکم مختلف نوعیت کا ہو سکتا ہے، مثال کے طور پر غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی حسن سلوک ایک بہترین عمل اور مطلوب بھی ہے لیکن یہی معاشرتی حسن سلوک قلبی وابستگی اور دینی ہم آہنگی میں تبدیل ہو کر عدم موالات کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے ۔ موالات سے مراد کسی فرد یا گروہ کے ساتھ ایسی قلبی وابستگی اور تعلق ہے جو فقط ظاہری یا وقتی نوعیت کی نہیں بلکہ فکری، اعتقادی اور نظریاتی سطح پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ تعلق اس قدر پختہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی مذہبی ترجیحات اور تقاضوں کو پس پشت ڈال کر دوسر فریق کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ بعض مخصوص حالات میں موالات سے منع کیا گیا۔ تاکہ مسلمانوں کے مذہبی و اجتماعی تشخص کا تحفظ یقینی ہو سکے۔۔ یعنی موالات بنیادی طور پر باطنی وابستگی اور عملی حمایت سے متعلق ہے اور عدم موالات ان دونوں پہلوؤں میں احتیاط اور مشروط فرق قائم کرنے کا نام ہے۔ اس وضاحت کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں موالات اور عدم موالات میں فرق صرف تعلق کے ہونے یا نا ہونے کا نہیں ہے بلکہ مخصوص حالات میں مخصوص نتائج اور اثرات کا فرق ہے۔ اسلام جہاں مسلمانوں کو اپنے عقائد کی حفاظت کا حکم دیتا ہے وہیں معاشرتی روایات اور اقدار کے تحفظ اور بقا کو یقینی بنانے کے احکام بھی صادر کرتا ہے۔ لہذا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ موالات اور عدم موالات میں موجود اس مابین اور نہایت اہم فرق کو سمجھتے ہوئے اپنے معاشرتی تعلقات کو توازن کے ساتھ قائم کرنے کی کوشش کرے۔

مبحث ہفتم: عدمِ موالات کا تصور – احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں

جہاں قران مجید نے دین دشمن غیر مسلم اور منافقین سے عدم موالات کا حکم صادر فرمایا ہے وہیں احادیث نبویہ میں ان احکام کی وضاحت اور تشریح بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارک اور صحابہ کرم رضی اللہ عنھم کا تعامل ان متوازن اور جامع احکام کی عملی تطبیق اور راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ عدم موالات کے تصور کے کامل ادراک کے لیے احادیث مبارکہ بنیادی حیثیت رکھتی ہیں کیوں کہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا لہذا قرآنی آیات واحکام کی حقیقی تشریح و توضیح نبی کریم ﷺ کے اقوال ہی کے ذریعے ممکن ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے فرامین میں ایسی ہدایات موجود ہیں جو بظاہر مسلمانوں کے لیے ظاہری طرزِ زندگی اور معاشرتی رویوں سے متعلق ہیں لیکن ان کا تحقیق و تجزیاتی مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ان احادیث کا تعلق محض جزوی یا وقتی احکام سے نہیں بلکہ ایک منظم نظام زندگی کے اصولوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ذیل میں زیر مطالعہ احادیث کو اسی تناظر میں دیکھا جائے گا کہ کس طرح یہ مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت، حدود و قیود اور امتیازی پہلوؤں کے تعین میں راہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ یہ احادیث مجموعی طور پر اپنے اندر عدم موالات کے قرآنی تصور کے ساتھ گہرا ربط رکھتی ہیں۔ ان احادیث مبارکہ کو موضوعاتی ترتیب کے ساتھ زیر بحث لایا جا رہا ہے۔ اسلام مسلمانوں کو اسلامی اقدار اور تہذیبی انفرادیت کو قائم رکھنے کی تاکید کرتا ہے اور اس ضمن میں پہلا حکم دوسروں کے مشابہت سے بچنا ہے تاکہ انفرادیت قائم رہے اور باہم اختلاط نہ ہو اس لیے فرمایا مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[49] یعنی جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا۔ مسلمانوں کو اپنے ظاہری حلیہ میں کسی بھی دوسری قوم سے مشابہت رکھنے سے منع کیا جا رہا ہے۔ اسی بات کا اشارہ پردے کے احکام میں قرآنی آیات سے ملتا ہے کہ ارشاد فرمایا گیا کہ اپنی بیویوں اور

---

[47] Al-Māʾidah, 5:51.
[48] Al-Tawbah, 9:23.
[49] Abū Dāʾūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath, *Sunan Abī Dāʾūd* (Riyadh: Dār al-Ḥaḍārah lil-Nashr wa al-Tawzīʿ, 2015), 504, Ḥadīth No. 4031.

بیٹیوں کو حکم دیں کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوڑھ لیں تاکہ وہ پہچانی جائیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے[50]۔ مسلمان مردوں کو مجوس کی مخالفت کا حکم دیا گیا کہ مجوس داڑھی کٹواتے ہیں اسی طرح مشرکین بھی داڑھیاں کٹواتے اور مونچھیں بڑی رکھتے تھے[51]، اور تم داڑھی کو بڑھاو اور مونچھیں کٹواو[52] مجوس کی مخالفت کرو تاکہ مسلمان شکل سے ہی مجوس سے مختلف نظر آئیں۔ اسی طرح ایک حدیث مبارکہ داڑھی کو رنگ کرنے کے بارے میں ہے اس میں یہود کی مخالفت کا ذکر ہے کہ وہ داڑھی کا رنگ تبدیل نہیں کرتے تھے فرمایا کہ تم اپنے بالوں کی سفیدی کو بدل ڈالو[53]۔ عبادات کے معاملے میں اختلاف اور انفرادیت کو قائم رکھنے کے لیے فرمایا کہ یہود جوتوں میں عبادت نہیں کرتے لہذا تم جوتوں اور موزوں میں عبادت کرکے ان کی مخالفت کرو[54]۔ عدمِ موالات کے تناظر میں دوسرا عنوان رہائش سے متعلق ہے کہ غیر مسلموں کے علاقوں میں رہائش اختیار نہ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے ایک حدیث مبارکہ میں وعید کا ذکر ہے کہ مشرکین کے ساتھ نہ ہم نشینی اختیار کرو اور نہ ان کے علاقوں میں رہائش اختیار کرو اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ انہیں میں سے ہو گا[55]۔ اسی مفہوم میں ایک اور حدیث مبارکہ ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور ان باتوں پر آپ ﷺ نے مجھ سے بیعت لی کہ اللہ تعالی کی عبادت کرنا، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کرنا[56]۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک لشکر بھیجا، جب لشکر وہاں پہنچا تو چند لوگوں نے سجدہ کرتے ہوئے پناہ چاہی لیکن لوگوں نے انہیں قتل کرنے میں جلدی کی۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے نصف دیت ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہو[57]۔ اس حدیث مبارکہ کے تناظر میں جب سابقہ حدیث پر غور کیا جائے تو مفہوم واضح ہوتا ہے کہ یہاں مطلقاً رہائش اور میل جول منع نہیں کیا جارہا بلکہ ایسا علاقہ جہاں کے غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ قتال کرتے رہتے ہوں اور ان کے عقائد اور انفرادیت کے لیے خطرہ بنے رہیں ان کے ساتھ رہائش پذیری اور میل جول سے منع کیا جارہا ہے۔ ایسے علاقے جہاں مسلمانوں کو ان کے دینی معاملات اور فرائض سے منع کیا جائے، مشکلات میں مبتلاء کیا جائے یا محروم کر دیا جائے اور غیر مسلموں کے دینی و تہذیبی اثرات مسلمانوں پر غالب آجائیں وہاں سے ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔ عدمِ موالات کے تناظر میں ان غیر مسلموں کے خلاف انتہائی سخت موقف اختیار کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے خلاف قتال کرتے ہیں، ان کے خلاف اپنی پوری تیاری رکھنے کا قرآنی حکم وارد ہے[58]، اسی طرح حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ[59] یعنی مشرکین سے جہاد کرو اپنے مال، جان اور زبان کے ساتھ۔

اس حدیث مبارکہ میں مشرکین کے ساتھ سخت رویہ رکھنے اور کسی قسم کی نرمی روا نہ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مال، جان اور زبان سے جہاد کرنے کا مطلب ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو جہاد کرو اور کسی پہلو بھی نرمی اختیار نہ کرو۔ یہ حکم ایسا ہے کہ ہر مشرک کے ساتھ جہاد کا حکم نہیں ہو سکتا کیوں

---

[50] Al-Aḥzāb, 33:59.
[51] Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, *Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ* (Damascus: Dār Ibn Kathīr, 2002), 1486, Ḥadīth No. 5892.
[52] Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Riyadh: Dār al-Ḥaḍārah lil-Nashr wa al-Tawzī', 2015), 97, Ḥadīth No. 260.
[53] Tirmidhī, Abū 'Īsā Muḥammad ibn 'Īsā, *Sunan al-Tirmidhī* (Riyadh: Dār al-Ḥaḍārah lil-Nashr wa al-Tawzī', 2015), 363, Ḥadīth No. 1752.
[54] Abū Dā'ūd, *Sunan*, 87, Ḥadīth No. 652.
[55] Tirmidhī, *Sunan*, 339, Ḥadīth No. 1605.
[56] Nasā'ī, Aḥmad ibn Shu'ayb, *Sunan al-Nasā'ī* (Riyadh: Dār al-Ḥaḍārah lil-Nashr wa al-Tawzī', 2015), 570, Ḥadīth No. 4175.
[57] Tirmidhī, *Sunan*, 338, Ḥadīth No. 1604.
[58] Al-Anfāl, 8:60.
[59] Abū Dā'ūd, *Sunan*, 320, Ḥadīth No. 2504.

کہ قرآن میں پناہ طلب کرنے والے مشرک کو پناہ دینے کی نصیحت کی گئی ہے[60]۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر ابو سفیان کے گھر کو دار الامن قرار دیا گیا۔ ہتھیار پھینکنے والے کو اور اپنے گھر کا دروازہ بند رکھنے والے کو بھی پناہ دی گئی[61]۔ جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکالنے اور وفود کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی گئی[62]۔

تمام زیر مطالعہ احادیث نبویہ کے مجموعی جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عدم موالات کا قرآنی تصور ایک جامع اور ہمہ گیر اصول ہے۔ یہ اصول مسلمانوں کے انفرادی تشخص کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔ ان مذکورہ احادیث مبارکہ میں امت مسلمہ کو مشابہت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ تاکہ عملی مشابہت، فکری ہم آہنگی اور نظریاتی و اعتقادی اختلاط کے باعث مسلمانوں کے عقائد اور ان کی انفرادی نظریاتی حیثیت کو نقصان نہ پہنچے۔ ظاہری حلیہ، معاشرتی طرز عمل اور رسم رواج، عبادات کے انداز اور دیگر معمولات زندگی میں غیر مسلم اقوام سے مشابہت نہ رکھنے کا حکم اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اسلام محض عقائد کی سطح پر مسلمانوں کی تربیت نہیں کرتا بلکہ مسلمانوں کی اپنی ایک مستقل شناخت کی حفاظت کا تقاضا بھی کرتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ میل جول اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنے سے متعلق حدود و قیود کا بیان بھی اسی اصول کے تحت آتا ہے تاکہ امت کو ایسے اختلاط سے بچایا جاسکے جو دینی شناخت کو مجروح کردے۔ مزید برآں دشمنان دین کے مقابلے میں دینی موقف اور جدو جہد کے احکام بھی اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ جہاں مسلمانوں کے سیاسی و اعتقادی وجود کو خطرہ لاحق ہو، وہاں فکری، عملی استقامت اور دفاعی جدوجہد لازم ہو جاتی ہے۔ ان تمام احادیث کا مجموعی مطالعہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ عدم موالات کا اصول محض ظاہری فاصلے اور تعلقات کی نفی نہیں ہے بلکہ ایک ایسا فکری اور تہذیبی اصول ہے جو امت مسلمہ کو دینی کمزوری، فکری مغلوبیت اور تہذیبی انحراف سے محفوظ رکھتا ہے۔

مبحث ہشتم: عدمِ موالات کا تصور۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

عدم موالات کے قرآنی تصور کو سیرت النبی ﷺ کی عملی مثالوں کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس کا حقیقی ادراک حاصل ہو گا۔ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ عدم موالات کا قرآنی تصور محض تصوراتی اور اختیاری حکم نہی ہے بلکہ ایک مکمل منظم طرزِ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اعلان نبوت کے بعد نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی بالخصوص مدنی زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ غیر مسلموں سے عدم موالات ہی مسلمانوں کی اعتقادی و نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا ضامن فلسفہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ عدم موالات کے قرآنی فلسفہ کی حدود و قیود اور عملی صورتوں کا تعین کرتی ہے۔ غیر مسلموں سے عدم موالات کے قرآنی احکام کے باوجود نبی کریم ﷺ کا اہل کتاب اور بعض مشرک لوگوں کے ساتھ معاملات کرنا عدم موالات کی متوازن حدود و قیود کی عمدہ مثالیں ہیں۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف **ہجرت عدم موالات** کی ایک ابتدائی اور عمدہ مثال ہے کہ جب دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ اور دین اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہونا مسلمانوں کے لیے ناممکن ہو گیا تو اسلامی عقائد کے تحفظ اور مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے ہجرت کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ سب سے پہلے ہجرت حبشہ اولی پھر ثانیہ اور بالآخر ہجرت مدینہ کی صورت میں مسلمان مشرکین مکہ سے الگ ہوئے۔ یہ اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں کی زندگیوں میں ایک اہم مرحلہ تھا کہ جس کے بعد اسلام نے تیزی سے ترقی کی۔ ہجرت مدینہ مشرکین مکہ سے ابتدائی عدم موالات کی عملی صورت ہے۔ **میثاق مدینہ** عدم موالات کی دوسری بڑی عملی صورت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہود اور مدینہ میں آباد دیگر قبائل کے ساتھ ایک سیاسی و سماجی معاہدہ کیا جو بعد ازاں میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدے میں مدینہ کے دفاع کو متفقہ معاملہ قرار دیا گیا اور معاشرتی حوالے سے امن اور بھائی چارے کو فروغ دیا گیا لیکن مذہبی اعتبار سے ہر گروہ اور فریق کو مکمل مذہبی آزادی کا پابند کیا گیا۔ یہود اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر عمل پیرا رہیں گے[63]، معاہدے کی یہ شقیں عدم موالات کے قرآنی تصور کی عمدہ مثالیں ہیں۔ غزوات نبوی اور سرایا نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں محارب

---

[60] Al-Tawbah, 9:6.
[61] Muslim, *Ṣaḥīḥ*, 587, Ḥadīth No. 1780.
[62] Abū Dā'ūd, *Sunan*, 38:388, Ḥadīth No. 3029.
[63] Ibn Kathīr, Abū al-Fidā' Ismā'īl ibn 'Umar, *Al-Bidāyah wa al-Nihāyah* (Bayrūt: Maktabat al-Ma'ārif, 1991), 3:225.

غیر مسلموں کے ساتھ جنگیں عدم موالات کی عملی صورتیں ہیں۔ غزوات و سرایا اس بات کی پختہ دلیل ہیں کہ وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور قتال کے لیے کوشش کرتے ہیں ایسے غیر مسلموں کے ساتھ اسلام بغیر کسی نرمی کے میدان جنگ میں اترنے کی تلقین کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دورِ حیات میں تقریباً 74 غزوات اور سرایا پیش آئے ان میں سے 27 میں نبی کریم ﷺ نے خود بنفس نفیس مسلمانوں کی سرپرستی کی اور بعض مختلف صورتوں میں دیگر صحابہ کرام کو سپہ سالار بنا کر مختلف علاقوں کی طرف لشکر کشی کے لیے بھیجا ایسے معرکوں کی تعداد 47 ہے[64]۔

غزوات و سرایا کی یہ تعداد اس امر کو مزید واضح کرتی ہے کہ جنگ کرنے والے غیر مسلموں کے ساتھ اسلام مقابلہ اور دفاع کا حکم دیتا ہے ایسے لوگوں سے موالات کی گنجائش نہیں رہتی۔ یہود اور مشرکین کی مدد لینے سے انکار کرنا نبی کریم ﷺ کے غیر مسلموں عدم موالات کی عملی صورتیں ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کو یہود جنگجوؤں کے حوالے سے گزارش کرنا کہ میرے حلیف ہیں اور پانچ سو سوار ہمارے ساتھ نکلیں گے لیکن آپ ﷺ کا ضرورت کے باجود ان کی مدد لینے سے انکار کرنا[65]، اسی طرح ایک مشرک جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شرکت کی اجازت چاہتا ہے لیکن آپ ﷺ کا اسے یوں کہنا کہ ہم مشرکین کی مدد نہیں لیتے[66]، یہ عدم موالات کی سیرت النبی سے عمدہ مثالیں ہیں۔ عیدین کا تعین عدم موالات کی اعلیٰ مثال ہے جب نبی کریم ﷺ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لائے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ سال میں دو دن کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو پوچھنے پر بتایا گیا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ان دنوں میں کھیل کھیلتے ہیں اس پر نبی کرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے مقابلے میں دو بہتر دن عطا فرمائے ہیں، ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ کا دن ہے[67]۔ ان ہدایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دیگر اقوام کے تہذیبی و ثقافتی پس منظر رکھنے والے تہوار اور رسومات کو اختیار کرنے سے اسلام منع کرتا ہے کہ اس میں مشابہت اور دلی وابستگی پائی جاتی ہے۔ عیدین کا تعین اس بات کا اعلان ہے کہ اسلام اپنی تہذیبی اور دینی شناخت رکھتا ہے اس کی حفاظت اور بقا کو یقینی بنانے کے لیے عدم موالات کے احکام دیتا ہے

سیرت النبی ﷺ سے کئی ایسے واقعات ملتے ہیں جو عدم موالات کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں اور قرآنی تصور عدم موالات کی تشریح اور عملی تفسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کا مجموعی مطالعہ کرتے ہوئے جب آپ ﷺ کے غیر مسلموں کے ساتھ تعامل کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں تو جہاں ایک طرف عدم موالات کے واقعات ملتے ہیں وہاں دوسری طرف غیر مسلموں کے ساتھ نرم دلی، احسان، عفو و درگزر، ہمدردی، رواداری، معاشرتی حسن سلوک اور صبر و تحمل کی مثالیں بھی سامنے آتی ہیں۔ ذیل میں ایسے ہی واقعات کو پیش کیا جا رہا ہے تاکہ عدم موالات کے حقیقی مفہوم کا ادراک ہو سکے اور عصری اطلاقات کے معاملے میں خواطر خواہ راہنمائی میسر آ سکے۔ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین مدینہ میں مسلمانوں کا بہت بڑا دشمن تھا، مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا، تنقید کرنا، بدزبانی کرنا حتیٰ کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے میں پیش پیش رہتا تھا[68]۔ اس کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر کئی بار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے نبی کریم ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت مانگی[69] مگر نبی کریم ﷺ ہمیشہ اس کے ساتھ نرمی، رواداری اور صبر و تحمل والا سلوک فرماتے تھے۔ جب یہ فوت ہوا تو اس کا بیٹا جو مومن تھا اس نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کے کفن کے لیے اپنا قمیض عنایت فرمائیے، دعا کیجیے اور جنازہ پڑھا دیجیے، آپ ﷺ نے اس کی بات مان لی، کُرتا بھی دیا، دعا بھی کی اور نماز جنازہ بھی پڑھا دی[70]۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا قبول

[64]Ibn Sa‘d, Muḥammad, *Al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Bayrūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1990), 2:3.
[65]Wāḥidī, *Asbāb*, 102.
[66]Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*, 602, Ḥadīth No. 1817.
[67]Abū Dā’ūd, *Sunan*, 142, Ḥadīth No. 1134.
[68]Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 1016, Ḥadīth No. 4141.
[69]Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 869, Ḥadīth No. 3518.
[70]Nasā’ī, *Sunan*, 267, Ḥadīth No. 1900.

اسلام کا واقعہ اس ضمن میں بہت اہمیت کا حامل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گرفتاری کے بعد فوراً آپ کو قتل نہیں کروایا بلکہ مسجد نبوی میں ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا تین دن تک وہیں باندھے رکھا، کھانے پینے کا خاطر خواہ اہتمام کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ ان سے مختصر کلام فرماتے، بالآخر تین دن بعد آپ ﷺ نے انہیں آزاد کرنے کا حکم دیا حضرت ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت لی، آپ جب مکہ میں عمرہ ادا کر رہے تھے تو مشرکین مکہ نے آپ کو باتیں کیں جن کے جواب میں آپ نے فرمایا میں نے محمد ﷺ کے دین کی پیروی کی ہے۔ اہل مکہ کو نجد اور یمامہ کی طرف سے گندم اور غلہ وغیرہ کے رسد آتے تھے چونکہ حضرت ثمامہ بنو حنیف کے سردار تھے آپ نے فرمایا کہ میں جب واپس جاوں گا تو تمہارے لیے ایک دانہ بھی گندم کا نہیں آئے گا جب تک کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمہاری سفارش نہیں کریں گے [71]۔ یہی ہوا جب حضرت ثمامہ واپس گئے انہوں نے غلہ بند کر دیا اہل مکہ قحط کا شکار ہونے لگے، مہنگائی بڑھنے لگی اور خوراک کم پڑنے لگی، اس پر اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کو سفارش کے لیے خط لکھا تو نبی کریم ﷺ نے ثمامہ کی طرف سفارشی خط لکھا جس پر اہل مکہ کا غلہ آنا شروع ہو گیا[72]۔

حضرت ثمامہ کے قبول اسلام کا زمانہ فتح مکہ سے قبل کا ہے کہ جب مشرکین مکہ اہل اسلام سے تین بڑی باقاعدہ جنگیں کر چکے تھے اور دیگر انفرادی چھوٹے معرکے بھی ہو چکے تھے یعنی مشرکین مکہ دشمنی کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے لیکن جب ان پر کڑا وقت آتا ہے، قحط کی نوبت آتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی اجازت پر وہ قحط موقوف تھا تو اس قدر دشمنی کے باوجود نبی کریم ﷺ نے غلہ بھیجنے کی سفارش کر دی۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے غیر مسلموں کے ساتھ قحط کے عالم میں اور غلہ کی ناقہ بندی کی صورت میں معاشرتی حسن سلوک، ہمدردی اور انسانی شفقت کی عمدہ مثال ہے جو موجودہ دور میں بہت سے حالات میں قابل عمل مثال ہے۔ فتح مکہ کا موقع غیر مسلموں سے عدم موالات کے تناظر میں کثیر الجہات حیثیت رکھتا ہے۔ قریش کی طرف سے معاہدہ حدیبیہ توڑنے کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ کا مکہ فتح کرنے کا ارادہ کرنا، منظم انداز میں جنگ کی تیاری کی گئی، جنگی تیاری کو خفیہ رکھا گیا، مکہ کے قریب پہنچ کر اہل مکہ پر نفسیاتی اور عسکری دباؤ بڑھانے کے لیے لشکر کو وسیع پیمانے پر پھیل کر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا گیا اور آگ جلوائی گئی [73]، لشکر کو مختلف گروہوں میں تقسیم کیا گیا اور مکہ میں شہر کی تمام اطراف سے لشکر داخل ہوئے، ان تمام معاملات سے ایسی جنگی حکمت عملی کا اظہار ہوتا ہے جو ایک باصلاحیت قیادت دشمن پر مکمل اور بروقت غلبہ پانے کے لیے اختیار کرتی ہے اور راہ فرار کی کوئی صورت باقی نہیں رہنے دیتی۔ نبی کریم ﷺ کے یہ تمام اقدامات یقیناً مشرکین مکہ کے ساتھ عدم موالات کی عملی مثالیں ہیں۔ دوسری طرف امن وامان کے دروازے بھی کھلے رکھے گئے، اعلان کروایا گیا کہ جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو، ہتھیار پھینک دے یا اپنے گھر کے دروازے بند کر دے اس کو امان حاصل ہو گی ہے، مکہ شہر میں فاتحانہ داخل ہوتے ہوئے کسی قسم کی افراتفری کی کیفیت پیدا نہیں ہونے دی گئی، انتقام کا نعرہ لگانے والے کو بھی روک دیا گیا اور نصیحت کی گئی کہ یوں کہیں کہ یہ مہربانی کرنے کا دن ہے اور جب تمام محاربین شکست خوردہ ہو کر سامنے کھڑے ہوئے تو "اذهبوا فانتم الطلقاء" کہہ کر سب دشمنوں کو معاف کر دیا گیا[74]۔

یہ سیرت النبی ﷺ کا غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کا دوسرا پہلو ہے کہ جب تک دشمن پر قابو نہیں پایا تھا تب تک مکمل حکمت عملی اور احتیاطی تدابیر کو اپنایا گیا لیکن جیسے ہی دشمن پر غلبہ پایا ساتھ ہی حسن سلوک، عفوودرگزر اور بردباری کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس سے غیر محارب حالات میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی مثالیں قائم کی گئیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے اخراجات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے اخراجات دیکھتا تھا جب ضرورت پڑتی تو قرض بھی لے لیا کرتا تھا، ایک دفعہ ایک مشرک نے مجھے کہا کہ قرض مجھ سے

---

[71] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 1071, Ḥadīth No. 4372.

[72] Ibn Ḥajar al-ʻAsqalānī, Aḥmad ibn ʻAlī, *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Riyadh: Maktabat al-Malik Fahd al-Waṭanīyah, 2001), 8:87.

[73] Wāqidī, Muḥammad ibn ʻUmar, *Kitāb al-Maghāzī* (Oxford: Oxford University Press, 1965), 2:814.

[74] Ṭabarī, Abū Jaʻfar Muḥammad ibn Jarīr, *Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk* (Cairo: Dār al-Maʻārif, 1967), 3:56-61.

لے لیا کرو تو فرماتے ہیں میں اس سے قرض لے لیا کرتا تھا اور ضرورت پوری کر لیتا تھا[75]۔ اس روایت میں نبی کریم ﷺ کا حضرت بلالؓ کو مشرک سے قرض لینے سے منع نہ کرنا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ غیر محارب مشرکین سے معاشرتی اعتبار سے لین دین کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی نقصان دہ نہ ہو۔ غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی اور معاشرتی حسن سلوک کی متعدد مثالیں سیرت نبوی ﷺ میں ملتی ہیں جیسے نبی کریم ﷺ کے ہاں ایک یہودی بچہ خدمت کیا کرتا تھا ایک دن وہ بیمار ہو گیا نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے[76]۔ اسی طرح عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین بیمار ہوا آپ ﷺ اس کی تیمارداری کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے[77]، نیز ایک اور موقع پر ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو اسے دیکھ کر نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے صحابہ کے عرض کرنے پر کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جایا کرو[78]۔

اسی طرح باہمی معاملات اور معاشرتی تعلقات کے حوالے سے مثالیں بھی موجود ہیں جیسے ایک یہودی خاتون نے نبی کریم ﷺ کو بکری کا گوشت پیش کیا جس میں زہر ملا ہوا تھا، زہر ظاہر ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ نے اس کو کھانا چاہا یعنی آپ ﷺ نے کھانے کی دعوت قبول فرمائی۔[79]، اس واقعہ سے اہل کتاب کا کھانا اور ذبیحہ قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ تجارت کرنے کے معاملے میں یہ واقعہ مثال ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر پر تھے کہ کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے ایک مشرک کو دیکھا اس کے پاس بکریاں تھیں آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری کھانے کے لیے خرید لی[80]۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ کھانے کی اشیاء خریدیں اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی، یعنی آپ ﷺ نے ادھار اس سے چیزیں لی تھیں[81]۔ **غیر مسلموں سے تحفے تحائف کا تبادلہ کرنا** یعنی ان سے تحف قبول کرنا اور ان کو تحفے بھیجنا اس کا ثبوت سیرت نبوی میں موجود ہے جناب رسالت ماب ﷺ ایلہ کے بادشاہ نے سفید خچر بھیجا تھا جو آپ نے قبول فرمایا[82] تھا حالانکہ وہ مشرک تھا، اسی طرح ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس عمدہ ریشم کی قبائیں آئیں تھیں جو آپ نے قبول فرما کر صحابہ میں تقسیم فرما دیں[83]۔ اسی ضمن ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو بھی ان کی مشرکہ والدہ کا تحفہ قبول کرنے اور گھر میں مہمان ٹھہرانے کی اجازت دی تھی۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا جب مجموعی مطالعہ کیا جاتا ہے تو غیر مسلموں کے ساتھ عدم موالات کے تناظر میں دو پہلو سامنے آتے ہیں، **ایک یہ** کہ ایسے غیر مسلم جو مسلمانوں کے عقائد کی بنیاد پر ان کے مخالف تھے اور مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ مسلمانوں کو تنگ کرنا، ظلم کرنا، سازشیں کرنا قتل وغارت گری کرنا ان کا وطیرہ رہا، ان غیر مسلموں کے خلاف اسی انداز میں کاروائی کی گئی۔ ایسے غیر مسلموں کو **محارب غیر مسلم** کہا جاتا ہے۔ **دوسرا پہلو** ان غیر مسلموں سے متعلق ہے جو مسلمانوں کے ساتھ بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے باہمی افہام وتفہیم، معاشرتی اعتبار سے حسن سلوک اور باہمی رواداری کا رویہ اپناتے ہوئے رہتے تھے یا اسلامی ریاست کا احترام کرتے ہوئے اس کے قوانین کو مانتے ہوئے رہتے تھے ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا رویہ بھی ہمدردانہ تھا۔ جس طرح مسلمانوں کو حفاظت اور مذہبی آزادی میسر تھی اسی طرح ان غیر مسلموں کے ساتھ بھی سلوک ہوتا تھا۔ ایسے غیر مسلموں کو **غیر محارب غیر مسلم** کہا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعات اور فرامین نبوی ﷺ کا مطالعہ عدم

[75] Abū Dā'ūd, *Sunan*, 391, Ḥadīth No. 3055.
[76] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 327, Ḥadīth No. 1356.
[77] Abū Dā'ūd, *Sunan*, 397, Ḥadīth No. 3094.
[78] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 317, Ḥadīth No. 1311.
[79] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 635, Ḥadīth No. 2617.
[80] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 635, Ḥadīth No. 2618.
[81] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 609, Ḥadīth No. 2513.
[82] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 709, Ḥadīth No. 2673.
[83] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ*, 769, Ḥadīth No. 3127.

موالات کے احکام کو عالم گیر اور کثیر الجہات حیثیت عطا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت نے عدم موالات کے احکام میں ایسا تنوع پیدا کیا ہے جو مسلمانوں کے عقائد اور تشخص کی حفاظت کو یقینی بناتے ہوئے ایک صحت مند معاشرے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس مقالے میں اسلام کے تصور عدم موالات کا قران حدیث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں مطالعہ پیش کیا گیا کی۔ تحقیق کے آغاز میں موالات کے معنی و مفہوم اور قرآنی استعمالات کو تفصیل سے بیان کیا گیا اور اس کے معنی دوستی، نصرت، قلبی وابستگی، سرپرستی ، قربت اور فکری ہم آہنگی بیان کیے گئے۔ اسی بنیاد پر عدم موالات کے قرآنی تصور کو اس کے اسباب، حدود اور حکمت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی گئی۔ قرانی آیات، حدیث مبارکہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ مطلق تعلقات یا عمومی معاشرتی روابط سے منع نہیں کرتا بلکہ ان تعلقات کی ممانعت چند اصولوں کی بنیاد پر کرتا ہے۔ وہ تعلق جو وفاداری، اعتقادی استحکام، اجتماعی مسلم مفاد اور مسلمانوں کے انفرادی تشخص کے لیے نقصان دہ ہوں ایسے تعلقات عدم موالات کے حکم میں آتے ہیں۔ سیرت النبی کے عملی نمونوں سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے یہود اور دیگر مشرکین غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی معاشرتی تعلقات قائم تھے۔ اسی طرح غیر مسلموں کی تیمارداری کرنا معاشرتی بنیادوں پر حسن سلوک اور ہمدردی کا اظہار کرنا سیرت النبی ﷺ کا حصہ ہیں۔ قرانی آیات، احادیث مبارکہ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مجموعی مطالعہ سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ عدم موالات کا مطلب غیر مسلموں کے ساتھ مطلقا قطع تعلق نہیں ہے بلکہ وہ تعلقات جو مسلمانوں کے اسلامی تہذیبی اقدار، دینی تشخص اور مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کے خلاف ہوں عدم موالات کے زمرے میں آتے ہیں جبکہ وہ غیر مسلم جو نہ تو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتے ہیں نہ انہیں تنگ کرتے ہیں نہ ان کے مذہبی شعار میں دراندازی کرتے ہیں، ان کے ساتھ اسلام حسن سلوک، عدل واحسان اور نیکی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Abū Dā’ūd, Sulaymān ibn al-Ash‘ath. *Sunan Abī Dā’ūd*. Riyadh: Dār al-Ḥaḍārah lil-Nashr wa al-Tawzī‘, 2015.
* Aḥmad Khān, Sir Sayyid. *Tafsīr al-Qur’ān*. Vol. 2. Lahore: Rifāh ‘Ām Steam Press, 1900.
* Baghdādī, ‘Alā’ al-Dīn ‘Alī ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm. *Tafsīr al-Khāzin*. Vols. 1, 4. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 2004.
* Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl. *Al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ*. Damascus: Dār Ibn Kathīr, 2002.
* Fayrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad ibn Ya‘qūb. *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ*. Vol. 4. Beirut: Mu’assasat al-Risālah, 2005.
* Ibn Ḥajar al-‘Asqalānī, Aḥmad ibn ‘Alī. *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Vol. 8. Riyadh: Maktabat al-Malik Fahd al-Waṭanīyah, 2001.
* Ibn Kathīr, Abū al-Fidā’ Ismā‘īl ibn ‘Umar. *Al-Bidāyah wa al-Nihāyah*. Vol. 3. Beirut: Maktabat al-Ma‘ārif, 1991.
* Ibn Sa‘d, Muḥammad. *Al-Ṭabaqāt al-Kubrā*. Vol. 2. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1990.
* Mawdūdī, Abū al-A‘lā. *Tafhīm al-Qur’ān*. Vol. 2. Lahore: Idārah Tarjumān al-Qur’ān, 2000.
* Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Riyadh: Dār al-Ḥaḍārah lil-Nashr wa al-Tawzī‘, 2015.
* Nasā’ī, Aḥmad ibn Shu‘ayb. *Sunan al-Nasā’ī*. Riyadh: Dār al-Ḥaḍārah lil-Nashr wa al-Tawzī‘, 2015.
* Rāghib al-Iṣfahānī, Abū al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad. *Al-Mufradāt fī Gharīb al-Qur’ān*. Makkah al-Mukarramah: Maktabat Nizār Muṣṭafā al-Bāz, 2000.
* Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ‘Umar. *Al-Tafsīr al-Kabīr (Mafātīḥ al-Ghayb)*. Vols. 8, 16. Beirut: Dār al-Fikr lil-Ṭibā‘ah wa al-Nashr wa al-Tawzī‘, 1981.
* Ṭabarī, Abū Ja‘far Muḥammad ibn Jarīr. *Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk*. Vol. 3. Cairo: Dār al-Ma‘ārif, 1967.
* Tirmidhī, Abū ‘Īsā Muḥammad ibn ‘Īsā. *Sunan al-Tirmidhī*. Riyadh: Dār al-Ḥaḍārah lil-Nashr wa al-Tawzī‘, 2015.
* Wāḥidī, Abū al-Ḥasan ‘Alī ibn Aḥmad. *Asbāb al-Nuzūl*. Dammām: Dār al-Iṣlāḥ, 1992.
* Wāqidī, Muḥammad ibn ‘Umar. *Kitāb al-Maghāzī*. Vol. 2. Oxford: Oxford University Press, 1965.
* Zabīdī, Sayyid Muḥammad Murtaḍā al-Ḥusaynī. *Tāj al-‘Arūs min Jawāhir al-Qāmūs*. Vol. 40. Kuwait: Mu’assasat al-Kuwayt lil-Taqaddum al-‘Ilmī, 2001.